ایمان اور عمل صالح

ڈاکٹر سید رضا حسین رمزؔ، سفینہ کامپلیکس، نیپئر روڈ، لکھنؤ

آج کے موجودہ علم نفسیات (Psychology) نے Psychology of Study میں دو طریقوں پر تجربہ کیا ہے، ایک کو Mass Reading کہتے ہیں جس میں ایک پورے مضمون کو پڑھ لیا۔

دوسرے کو Space Reading کہتے ہیں۔ اس طریقہ میں ایک مضمون کے ایک Passage کو پڑھ لیا، سمجھ لیا اور یاد کرلیا اور آگے بڑھے۔ اس طرح کے پڑھنے سے پڑھی ہوئی بات زیادہ یاد رہتی ہے۔ جسے Retention and Recall کہتے ہیں۔

تجربہ سے پتہ چلا کہ دوسرا طریقہ صحیح طریقہ ہے جس کی طرف اس سورہ میں اشارہ ہے۔

اگر قرآن پاک کو حفظ کرلیا، معنی بھی یاد کرلیا مگر غور وفکر نہیں کیا تو ایسے پڑھنے کو Parrot Reading کہتے ہیں۔ اس طرح کی پڑھائی سے نہ ہی پڑھنے والے کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

تعلیم کا نچوڑ عمل ہے۔ اگر علم حاصل کر کے اس پر عمل نہیں کیا تو یہ مثل اس کے ہوگا کہ کھانا پکایا، کھایا مگر ہضم نہیں کیا۔ جسے کسی فلسفی نے یوں کہا ہے:

Reading without Reflection is
Eating without Digestion

یہاں Digestion سے مراد عمل (Action) ہے۔

قرآن پاک کا ایک ایک حرف حکمت سے بھرپور ہے۔ اگر انسان سمجھ کر اور غور وفکر کر کے پڑھے تو پڑھنے والے کے دل ودماغ پر اچھا اثر پڑے گا اور دھیرے دھیرے اس کی عملی زندگی بھی قرآنی رنگ میں رنگتی جائے گی اور اس کو دنیاوی اور دینی دونوں زندگیوں میں فائدہ ہوگا۔

جہاں تک اپنا معاملہ ہے وہ دو الفاظ جو قرآن پاک میں بار بار آئے ہیں ہم پر گہرا اثر ڈالا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں:

(۱) ایمان (۲) عمل صالح

کسی آیت میں لفظ صرف ''ایمان'' کا آیا ہے، کسی آیت میں ''عمل صالح'' کے الفاظ آئے ہیں۔ کچھ آیات میں دونوں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے۔

ایمان اور عمل صالح

آیات کو پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ایک پھول ہے تو دوسرا خوشبو۔ وہ پھول پھول نہیں جس میں خوشبو نہ ہو۔ وہ خوشبو خوشبو نہیں جہاں پھول نہیں۔ عطر کی شیشی سے خوشبو آتی ہے مگر پھول کی خوبصورتی نظر نہیں آتی ہے۔

جب تک ایک انسان ایمان لائے مگر عمل صالح پر کاربند نہ ہو اس وقت تک وہ اپنی زندگی کی جو منزل ہے وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر ایک انسان عمل صالح پر کاربند ہے مگر ایمان سے دور ہے تو وہ نامکمل زندگی ہے۔

(بقیہ......صفحہ ۱۰۵ پر)

زانو پہ سر کو رکھ کے یہ پھر پیار سے کہا
عباسؑ اپنا حال کہو ہم سے بھی ذرا
ہم بھی تو یہ سنیں کہ ہوئی تم پہ کیا جفا
کھولو تو آنکھ اے پسر شیر کبریا
بیتاب تم بہت تھے ہماری جدائی سے
اب عرض حال کیوں نہیں کرتے ہو بھائی سے

پائی جو شہ کے آنے کی اس شیر نے خبر
کی عرض اختیار میں دل ہے نہ اب جگر
واقف ہیں آپ موت سے مجبور ہے بشر
ہے تیر دونوں آنکھوں میں اٹھتی نہیں نظر
مجبور ہوں نصیب ہو دیدار کس طرح
پھر دیکھ لوں حضور کو اک بار کس طرح

یہ سن کے شہ کی آنکھوں میں دنیا ہوئی تباہ
بیٹے کی سمت یاس سے کی آپ نے نگاہ
مطلب پدر کا اپنے جو سمجھا وہ خیرخواہ
ناوک چچا کی آنکھوں سے کھینچے بہ اشک و آہ
نکلے وہ تیر جب تو ہوس بھی نکل گئی
عباسؑ مسکرائے چھری دل پہ چل گئی

پھر منھ پہ منھ کو رکھ کے یہ بولے شہ ہُدا
عباسؑ تم نے بھائی نہ مجھ کو کبھی کہا
اپنے کو تم غلام ہی کہتے رہے سدا
پوری کرو یہ بات ہماری بھی اب ذرا
آخر میں کچھ دعائے دِل بے دیار لو
اک بار بھائی کہہ کے بھی ہم کو پکار لو

اے نور عین صاحب تسنیم و سلسبیل
اس امر خاص میں مرے اس وقت ہو کفیل
صحبت بھی یہ اخیر ہے عمریں بھی ہیں قلیل
تنہا کچھ ایسے وقت میں کرنا نہیں دلیل
خوش کر دو آج فاطمہؑ کے نور عین کو
بھائی بھی آج کہہ کے پکارو حسینؑ کو

یہ سن کے بھائی کہہ کے پکارا وہ ذی وقار
بیتاب اور بھی ہوئے شبیرؑ نامدار
فرمایا گھر چلو کہ سکینہؑ ہے بے قرار
کی عرض گھر نہ جاؤں گا ہوں سب سے شرمسار
پانی نہ لا سکا یہ سنایا نہ جائے گا
خیمہ میں اہلبیتؑ کے جایا نہ جائے گا

بس اے حسینؑ غم سے جگر اب ہے آب آب
یاد آرہا ہے شاہ کے بچوں کا اضطراب
اعدا پہ کربلا میں نہ نازل ہوا عذاب
ان سب پہ ظلم کرتے تھے وہ خانماں خراب
دریا تھا پاس اور ترستے تھے آب کو
پانی تو دیتے آل رسالتمآبؐ کو

(بقیہ......ایمان اورعمل صالح)

ایمان کے کئی مرحلے اور درجے ہیں۔بعض مراحل میں ہوسکتا ہے ایمان اس قدر کمزور ہو کہ عملاً دکھائی نہ دے اور بہت سی آلودگیاں بھی اس کے ساتھ ہوں، لیکن ایک حقیقی راسخ اور محکم ایمان کے لئے محال ہے کہ عمل مثبت، تعمیری اور اصلاحی پہلوں سے خالی ہو۔ وہ لوگ کہ جو ایمان کو عمل صالح کے ساتھ نہیں سمجھتے ان کی نظر ایمان کے نہایت پست مرحلے اور درجے پر ہے۔

منزل جنت تک پہنچنے کے لئے اس فانی دنیا میں ان دو کڑیوں کو پکڑنا ضروری ہے جس کے ذریعہ ہم منزل مقصود تک پہنچیں گے۔''

